Special Edition

Daily DIN

ذوالفقار علی بھٹو، مجیب الرحمٰن، شاہ فیصل، رضا شاہ پہلوی، انور سادات اور صدام حسین کی موت کا ذمہ دار کون۔۔۔؟

آہ! 38 اسلامی ممالک کو اکٹھا کرنے کا آخری ''مجرم'' کرنل قذافی

مصر، ترکی، عراق، افغانستان اور لیبیا کے بعد اب کس کی باری

اسلامی ممالک کے حکمرانوں نے نوشتہ دیوار نہ پڑھا تو انجام مختلف نہ ہوگا

تحریر: سہیل احمد لون

1974ء میں لاہور میں ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس کے تمام اہم کرداروں کو دردناک انجام سے دوچار ہونا پڑا۔اسلامی بلاک بنانے کی سوچ رکھنے والے آخری کردار کو بھی تاریخ کا حصہ بنا دیا گیا۔ 1974ء میں لاہور میں ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس کے سرگرم رکن کرنل معمر قذافی کا انجام بھی ایسا کروایا گیا کہ آئندہ کوئی اسلامی اتحاد کے بارے میں سوچنے سے قبل تاریخ میں موجود ان ناموں کو ضرور ذہن میں لائے گا جو 38 اسلامی ممالک کو یکجا کرنے کا خواب دیکھنے کے جرم میں باری باری صفحہ ہستی سے بڑے شاطرانہ انداز سے مٹائے گئے مگر اہم بات تو یہ ہے کیا جبر اور سازش کے ذریعے کسی فلسفے یا فکر کو ختم کیا جا سکتا ہے؟ کیا امریکہ اور اُس کے حواری خود ایک اتحاد کی شکل میں دنیا بھر کے مظلوم انسانوں کا استحصال نہیں کر رہے؟ کیا یہ کسی مذہب کی زبان ہے یا طاقت کی؟ اسلامی ممالک میں سعودی عرب کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور اُس کی مقدس اور متبرک سرزمین کے حکمرانوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کے لاہور میں کامیاب انعقاد کے بعد امریکہ اور مغربی دنیا میں خطرے کی گھنٹی بجنا شروع ہو گئی۔انہوں نے اس سوچ کو ختم کرنے کے لیے اس کا آغاز ہی اس پاک دھرتی کے سربراہ سے کیا اور شاہ فیصل کا انتخاب درحقیقت فنانسر کا خاتمہ تھا جو اس تمام تحریک کو سپورٹ کر رہا تھا۔ 25 مارچ 1975ء کو شاہ فیصل جو اس وقت گیارہ سال سے سعودی عرب کے حکمران تھے 69 سال کی عمر میں اپنے ہی بھتیجے کے ہاتھوں قتل کروا دیا گیا۔اس کے بعد 15 اگست 1975ء کو بنگلہ دیش کے حکمران مجیب الرحمٰن بھی اپنی آرمی کے جے سی اوز کے ہاتھوں اپنے صدارتی محل ڈھاکہ میں سی آئی اے کی غیر محسوس سازش کا حصہ بن گئے

،اس وقت ان کی عمر 55 برس تھی۔شیخ مجیب الرحمان تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور قائداعظم محمد علی جناح کے اہم ترین ساتھیوں میں سے تھے اسی لیے انہیں ایم ایس ایف بنگال کا صدر بنایا گیا۔وہ جدوجہد اور انقلاب کی مکمل سائنس سے باخبر تھے اور پھر اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت سے پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان موجود تناؤ میں بھی کمی آئی تھی جو کم از کم اُن طاقتوں کو تو کسی صورت قابل قبول نہیں تھا جنہوں نے اسے علیحدہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔شیخ مجیب کے بعد شاہ ایران کی باری آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایران کی پر امن سرزمین انقلاب کے نعروں سے گونجنا شروع ہو گئی امام خمینی نے ایران کی سرزمین پر قدم رکھا تو اُس سے پہلے شاہ ایران اپنی ڈھائی ہزار سال پرانی سلطنت کو بے یارو مددگار چھوڑ کر فرار ہو چکے تھے۔رضا شاہ پہلوی کو شاہ سے گداگر بنا کر اُس کے لیے دنیا تنگ کر دی گئی۔شاہ ایران رضا شاہ پہلوی 27 جولائی 1980ء کو مصر کے شہر قاہرہ میں وفات پا گئے جہاں ان کو پورے اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا۔رضا شاہ پہلوی کا دور کرنل قذافی کے بعد سب سے طویل تھا۔اپنی 60 سالہ زندگی میں سے انہوں نے 37 سال 138 دن حکومت کی۔رضا شاہ پہلوی بھی شاہ فیصل کی طرح امریکہ کے اچھے دوستوں میں سمجھے جاتے تھے مگر زندگی کے آخری ایام میں امریکہ میں ان کو علاج کی سہولیات بھی میسر نہ آسکیں اور امریکہ کا یہ خیر خواہ دوگز زمین کو ترستا ہوا دنیا سے رخصت ہو گیا۔ان کے بعد اسلامی سربراہی کانفرنس کے چیئرمین اور بڑے ذہین ذوالفقار علی بھٹو کی باری آ گئی 5 جولائی 1977ء کو پہلے اُن کے خلاف اُن کے اپنے پسندیدہ جنرل ضیاء الحق نے بغاوت کر کے گرفتار کیا اور بعد ازاں ،4 اپریل 1979ء کو صرف 51 برس کی عمر میں اُن کو افغانستان میں روس کو بلوا کر ٹکرے کرنے سے انکار کرنے کے جرم میں ایک ایسے قتل میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا جس میں اُن کو مشورے کا ملزم نامزد کیا گیا تھا۔اس مقدمہ کی اہم بات یہ بھی ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف پیدا کیے گئے وعدہ معاف گواہاں کو بھی سزائے موت دے دی گئی جو کسی بھی عدالت کی انتہائی پست ذہنیت ظاہر کرتی ہے۔''مردمومن ضیاء الحق'' نے امریکہ اور اس کے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے سفاکی اور جبر کی انتہاء کر دی۔پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کی بنیاد رکھنے میں اہم کردار ادا کرنے والے کا جسد خاکی اس کے ورثاء کے حوالے بھی نہ کیا گیا۔کروڑوں پرستاروں کے قائد کو کسی اپنے کا کندھا نصیب نہ ہوا۔70ء کی دہائی اس لیے ہمیشہ اہم رہے گی کہ اس میں مسلم دنیا نے ایک بلاک بننے کی پہلی کوشش کی اور 80 کی دہائی شروع ہونے سے پہلے اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کرنے

والے سربراہان کا ذلت آمیز سفر شروع ہو گیا کہیں حکومت اور کہیں حکمران بدلے جا چکے تھے۔ذوالفقار علی بھٹو کے بعد باری مصر کے صدر انور سادات کی آئی۔اس کو اسلامی سربراہی کانفرنس کے اہم اور سرگرم رکن ہونے، شاہ ایران رضا شاہ پہلوی کو پناہ دینے اور ان

کے مرنے پر پورے قومی اعزاز سے دفن کرنے کے جرم میں اپنی ہی فوج کے ہاتھوں 62 سال کی عمر میں 6 اکتوبر 1981ء کو سالانہ پریڈ کے موقع پر سلامی کے چبوترے پر گولیوں کی

دیا۔ باہمی اتحاد کی اس سوچ کی تقلید کرتے ہوئے آج یورپی ممالک نے آپس میں وہی پالیسیاں اپنا کر اتحاد کی ایک مثال قائم کی ہے۔ ان کے اس اتحاد اور اسلامی ممالک کے نفاق کا

یاد آنا شروع ہو گئی تھی۔اپنے آپ کو اس تباہی سے نکالنے کے لیے انہوں نے کویت عراق والا ڈرامہ رچایا ۔ پھر تھانیدار بن کر اپنے فوجیوں کو مڈل ایسٹ اتار دیا۔یوں ادھر سے ہی " کھانا اور گھورنا " ......! اپنی فوج کی تنخواہوں کا مسئلہ حل کر لیا اور اس سے وقتی بھوک اور پیاس تو ختم ہو گئی مگر "دائمی ہوس" کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی ایسا بندوبست کیا جائے کہ قدرتی وسائل سے مالا مال ان ممالک پر ایسا قبضہ کیا جائے کہ دوبارہ 1929ء والی "منگل" ان کو نہ دیکھنی پڑے۔کویت عراق کے حملے سے لیبیا تک کے امریکی ڈرامے کے سکرپٹ میں یکسانیت نظر آتی ہے۔ پہلے ایک ڈکٹیٹر کو سپورٹ کی جائے پھر اس سے اپنی مرضی کے مطابق کوئی ایسا کام کروایا جائے جس سے اس کی عوام اس کے خلاف ہو جائے پھر اس

لیے جاتے ہیں۔وہاں پر رہنے کا ایک اور بہانہ جمہوری عمل میں کسی جارحیت کو روکنا بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔اگر جمہوریت کی بین بجا کر ہی دنیا کے ڈکٹیٹر ناگوں کو کچلنا یا پٹاری میں بند کرنا مقصد ہو تو پھر ان ناگوں کو پہلے دودھ پلا کر پالا ہی کیوں جاتا ہے؟ تاریخ گواہ ہے کہ امریکہ اور اس کے حواری اپنے مفادات تک رسائی کے لیے جمہوری حکمرانوں کی نسبت آمروں کے قریب رہے ہیں۔صرف پاکستان کی تاریخ دیکھی جائے تو اس بات کا واضح ثبوت آمروں کے دور میں امریکی امداد ہے۔ضیاء الحق کو کس نے استعمال کیا اور کس کے خلاف کیا......ایک جمہوری حاکم کو آمر ناگ نے ڈسا،اس وقت کسی نے اس جمہوریت پسند حاکم کو تریاق تو نہ پلایا۔پرویز مشرف بھی ایک آمر تھا جس کے ڈنگ کا اثر شاید اتنا شدید نہ تھا کہ جمہوریت

بڑھ کر ان کے مطالبات مانے گئے۔امریکہ اور اس کے حواریوں کا یہ دوہرا معیار اور کھلا تضاد ہمارے اسلامی ممالک کے سربراہان کو نظر کیوں نہیں آتا؟ اس سے صاف ظاہر ہے

ممالک کے دیگر ممالک کے عوام کی بھی ہے۔اگر امریکی ڈنڈے سے جمہوریت بحال یا رائج کرنے کا سلسلہ نہ تھما تو وہ وقت دور نہیں کہ عرب ممالک میں بھی یہ ڈنڈا برسنا شروع

دنیا میں 50 سے زائد اسلامی ممالک میں 2 ارب سے زیادہ آبادی، ایٹمی طاقت سمیت سب کچھ ہونے کے باوجود یکجہتی کی کمی ہے

سلامی لینا پڑی۔انہیں اُن کی اپنی سپاہ نے ایک فتوے کی وجہ سے قتل کیا۔اس طرح یہ کردار بھی 11 سال حکمرانی کے بعد تاریخ کا حصہ بن گیا۔ اسلامی بلاک بنانے کی سوچ رکھنے والے ایک اور اہم شخصیت فلسطین کے یاسر عرفات بھی 11 نومبر 2004ء کو 75 سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔اس کی موت کے بارے میں شبہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ان کو دوا کے ساتھ مہلک دوا thalium دے کر ہلاک کیا گیا۔یاسر عرفات کو قتل کرنے کی بھی کوششیں ہوئیں مگر وہ ناکام ہوئیں۔اسی وجہ سے 1988ء کو ایک انٹرویو میں یاسر عرفات نے یہ انکشاف کیا کہ وہ دو راتیں لگاتار ایک کمرے میں نہیں سوتے۔اس کی زندگی کو شاید اس لیے طوالت مل گئی کہ اس نے مزاحمت کی پالیسی کو چھوڑ کر مفاہمت کی پالیسی اپنا لی۔ان کی وفات کے بعد لیبیا کے کرنل معمر قذافی اسلامی سربراہی کانفرنس کے اہم رکن تھے جو اس دنیا میں اب تک سانسیں لے رہے تھے۔بکرے کی ماں آخر کب تک خیر منائے گی......ایک دن تو چھری کے نیچے آئے گی......!!!اس بکرے پر بھی چھری چلانے والے ہاتھ اپنوں کے اور چھری پرائی تھی۔20 اکتوبر 2011ء کو اپنی بے شمار خوبیوں اور خامیوں کی وجہ سے عالمی شہرت کے حامل کرنل معمر قذافی کو بھی قتل کر دیا گیا۔اس بار بھی قتل کرنے والے اپنے اور ان کے ہاتھوں میں اسلحہ دینے والے ہمیشہ کی طرح کوئی اور تھے۔کرنل معمر قذافی کا دور اسلامی سربراہی کانفرنس کے سرگرم ارکان میں سب سے زیادہ تھا۔وہ 69 سالہ زندگی میں سے 42 سال تادم مرگ حکمران رہے۔ان کے قتل پر دنیا میں ملا جلا ردعمل آ رہا ہے۔کوئی ایک ڈکٹیٹر کا خوفناک انجام کہہ رہا ہے، کوئی اس کو شہید کے درجے پر فائز دیکھ رہا ہے۔مگر یہ سچ ہے کہ امریکہ اور اس کے حواری اس پر بڑے پر مسرت ہیں۔کیونکہ آج انہوں نے ماضی کی طرح ایک کلمہ گو مسلمان کو اپنے کلمہ گو بھائیوں سے ہی نہیں مروایا بلکہ اسلامی بلاک بنانے کی سوچ رکھنے والے اس آخری کردار کو بھی ختم کر

یہ نتیجہ ہے کہ آج کوئی بھی اسلامی ملک کسی بھی خارجی قوت کا آسانی سے حدف بن جاتا ہے۔حالانکہ پچاس سے زائد اسلامی ممالک میں ہر طرح کے قدرتی وسائل، معدنیات، زرعی دولت اور کچھ ایٹمی طاقت بھی ہیں۔سب کچھ ہونے کے باوجود ہم میں یک جہتی کی کمی ہے۔قذافی کو کیا اسی لیے ہلاک کیا گیا کہ وہ

دنیا بھر میں سوشلزم کو پسند کیا جا رہا ہے حالانکہ اس کی بنیاد اسلامی نظام سے لی گئی پھر ہم کہاں پر کھڑے ہیں؟

کہ یہ جمہوریت کی بقاء اور بحالی کی جنگ نہیں بلکہ اپنے مفادات کی جنگ ہے ۔کوئی بھی طاقتور اس بات سے خائف ہوتا ہے کہ اس کی طاقت ختم ہو گئی تو ان لوگوں میں کیسے زندگی گزار پائے گا جن پر اس نے ظلم وستم کیا ۔جہاں تک جمہوریت اور آمریت کا تعلق ہے تو آمریت کے لیے ضروری نہیں کہ آمر

ہو جائے گا۔سعودی عرب میں بھی تو شخصی اور موروثی آمریت ہے جہاں پر انسان اپنے بنیادی حقوق کے لیے آج تک ترس رہا ہے۔ جہاں عورت کو گاڑی چلانے کی بھی آزادی نہیں۔بڑا احسان کر کے عورت کو ووٹ دینے کا حق دیا گیا ہے۔یمن اور بحرین میں بھی عوام جمہوریت کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے دے رہے ہیں۔شام کے حکمران بھی آمر ناگ بن کر اپنی عوام پر پھنکار رہے ہیں۔ برما میں بھی فوجی آمر ناگ راجہ بن کر کب سے عوامی امنگوں کا استحصال کر کے راج کر رہے ہیں۔ اب ان ممالک کے سربراہان کو چاہیے کہ اس سے قبل کہ ان کا انجام بھی کرنل قذافی یا صدام حسین جیسا ہو خود ہی ہوش کے ناخن لیں۔امریکی فوج اور اس کے حواری جہاں بھی تیل ہو وہاں پھسل جاتے ہیں۔پھر اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے ۔افغانسان میں شرمناک شکست کے بعد چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کی بجائے اب وہ تیل میں ڈوب کر مرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔کیونکہ ان کا اب گزر و اوقات ان بھوکے بحری قزاقوں کی طرح ہے جن کا پیشہ ہی لوٹ مار بن چکا ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ امریکا اپنے حواروں کا ٹولہ لے کر لیبیا سے کب نکلتا ہے؟ اگر نکلنا ہی ہوتا تو اتنی لمبی پلاننگ کر کے ادھر آتے ہی کیوں؟ لیبیا کے تیل پر تصرف حاصل کرنا ہی ان کا ٹارگٹ تھا جس کے لیے اس نے وہاں کے عوام کو استعمال کیا۔یورپ کے امیر ممالک کی طرح لیبیا بھی ویلفیر اسٹیٹ تھی۔اب آنے والا وقت بتائے گا کہ وہاں کی عوام کا معیار زندگی متاثر ہوتا ہے یا نہیں......!قذافی کا معاملہ اس کا اس کی عوام کا تھا لہٰذا اس کے نتائج کے بھی وہ سب سے زیادہ ذمہ دار ہونگے۔جہاں تک پاکستان اور لیبیا کے باہمی تعلقات کا تعلق ہے تو اس بات کو ساری قوم جانتی ہے کہ دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس میں قذافی نے اپنے خطاب میں "پاکستان کو اسلام کا قلعہ" قرار دیا تھا۔پاکستان کو ایٹمی طاقت

ایک ڈکٹیٹر تھا......؟؟امریکہ اور اس کے حواری دنیا میں جمہوریت پھیلانے کے امن مشن پر نکلے ہیں۔اس کام کے لیے چاہے ان کو خود وہ حربے استعمال کرنے پڑیں جو "آمرانہ" ہیں اس پر نہ ان کو کوئی ندامت ہوتی ہے اور نہ ان کے اس رویے کو کوئی غلط کہنے کی جرات کرتا ہے۔سب سے بڑی حقیقت یہ ہے امریکہ اپنی تیزی سے تباہ ہوتی ہوئی معیشت کو بچانے کے لیے دنیا کے ان قدرتی وسائل پر قبضہ کر کے اپنی "چوہدراہٹ" کو طول دینے کے چکر میں ہے۔ 90 کی دہائی میں امریکی معیشت کا حال اتنا برا ہو گیا تھا کہ ان کو 1929ء والی "وال کریش"

جمہویت کے نام پر ایسا فساد کرا دیا جائے کہ شہر تباہ و برباد ہو جائیں اور انسانی خون کی ہولی کھیلی جائے۔اس کے بعد اس نام نہاد انقلاب میں جنونیوں کی اسلحہ اور نیٹو فورسز کے ذریعے تختہ الٹنے میں مدد کی جائے۔ڈرامے کے آخر میں

پسند حکمران نواز شریف اس دنیا سے ہی رخصت ہو جاتا۔جان تو بچ گئی مگر کرسی پر مشرف نے ایسا قبضہ کیا جیسے کسی خزانے پر پھن پھیلا کر بیٹھ جاتا ہے۔اس ڈکٹیٹر کو بھی امریکہ اور اس کے حواریوں کا مکمل آشیرباد حاصل تھا۔ضیاء الحق

جس دن مسلمان حکمرانوں کے ضمیر جاگ اٹھے دنیا کی سپر پاور بحکم ربی ہم ہی ہونگے

اپنے آپ کو انسانی حقوق کا علمبردار ظاہر کیا جاتا ہے اور ان تباہ شدہ کھنڈر نما شہروں کی تعمیر نو کا ٹھیکہ بھی خود کو دے کر وہاں اپنے ڈیرے پکے کر

کی طرح اس سے بھی اپنے مفادات تک آسانی سے رسائی کو یقینی بنانے کے لیے بھرپور استعمال کیا گیا۔بلکہ ان کی توقعات سے

نے فوجی یونیفارم ہی زیب تن کیا ہو۔یہ تو اس رویے کا نام ہے جس میں کسی فرد واحد کے پاس اتنی طاقت ہو کہ اس کے جائز یا ناجائز فیصلوں کے آگے کوئی سر اٹھانے کی جرات نہ کر سکتا ہو۔ایسی ہی آمریت تو دنیا میں کتنے ممالک میں بھی ہے۔عالمی طور پر دیکھا جائے تو اپنے رویے کی وجہ سے دنیا کا سب سے بڑا آمر تو امریکہ خود ہے۔ جو اپنے آپ کو UNO کے تمام قوانین اور اصولوں سے بالا تر سمجھتا ہے۔ بلکہ اپنے آپ کو UNO ہی سمجھتا ہے۔پہلے تو اس کو اپنے اس رویے میں تبدیلی لانا ہو گی۔ورنہ جو آگ دنیا میں انہوں

نے لگا رکھی ہے اس کے اثرات اب امریکہ میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہاں کی عوام بھی یہ نہیں چاہتی کہ ان کی حکومتی پالیسی ایسی ہو کہ ملک کے فلاحی کاموں اور عوام پر خرچ کرنے کی بجائے دنیا میں خون کا بازار گرم کرنے میں پیسہ خرچ کیا جائے۔ یہی سوچ مغربی

بنانے میں کرنل معمر قذافی کی خدمات سے بھی انکار ممکن نہیں۔جس نے اس مشن کو لانچ کرنے میں ابتدائی رقم 100 ملین ڈالر دی تھی۔قذافی سٹیڈیم لاہور ان کے اس تعاون کے شکریے میں ان کے نام منسوب کیا گیا۔لیبیا اور پاکستان کے تعلقات میں اتار چڑھاؤ آتا رہا۔ضیاء الحق کے دور میں ان میں خلیج پیدا ہو گئی تھی مگر بینظیر نے اپنے باپ کے پرانے رفیق سے تعلقات دوبارہ استوار کیے۔ایک وقت تھا جب لاہور کو وہ مقام حاصل تھا جو آج یورپی یونین کے ہیڈ آفس برسلز کو ہے۔ اسلامی سربراہی کانفرنس کے کامیاب انعقاد کے بعد اس کی یاد میں لاہور میں ایک مینار بھی بنایا گیا۔ڈاک ٹکٹ جاری کیے گئے جن پر بھٹو کی فوٹو اور ساتھ 38 ممالک کے جھنڈے بنے تھے۔ ایک روپے کے سکے بھی جاری کیے گئے جن پر اس مینار کی تصویر اور دوسری طرف اسلامی سربراہی کانفرنس 1974 لکھا تھا۔ یہ سب مغربی ممالک اور امریکہ کو ہضم نہ ہوا۔اس میں شامل ہونے والے سارے کردار ایک ایک کر کے ختم کر دیے گئے۔اس وقت پاکستان کی خاتون اول بیگم نصرت بھٹو تھیں جو 23 اکتوبر 2011ء کو ان کا نام بھی ان لوگوں کی لسٹ میں شامل ہو گیا جو اس کانفرنس میں شریک ہوئے مگر اس دنیا میں نہیں رہے ۔ قذافی "آمر" تھا مگر ان جمہوری لیڈروں سے بہتر تھا جنہوں نے پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچایا۔آم کے اس شجر سے جس پر پھل نہ لگتا ہو بیری کا وہ پھلدار درخت بہتر ہوتا ہے۔جس کا پھل کھا کر کسی غریب کا پیٹ تو بھر جاتا ہے۔تاریخ اس چیز کی گواہ ہے کہ ہر عروج کو زوال ہے ۔سلطنت عثمانیہ ہو یا سلطنت روم آخر کار زوال پزیر ہو گئیں۔حکمران چاہے کوئی بھی ہو اور کسی بھی سلطنت کا ہو آخر تخت سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ اس لیے حکمرانی کی طاقت کے نشے میں اپنی

موت یا زوال نہیں بھولنا چاہیے۔یہ عوام جو کندھوں پر بٹھا کر تخت پر بٹھانا جانتی ہے۔تو یہی ایسا حال کر دیتی ہے کہ جنازے کو کندھا دینے والا کوئی نہیں ملتا۔ہمارے حکمران طبقے کو اب اس بات کی سمجھ لگ جانی چاہیے کہ عوام کا ضمیر جس دن جاگ گیا تو ان کو پاتال سے بھی نکال کر اپنا حساب چکتا کر لیں گے۔اس لیے اپنی عوام اور ملکی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دینا بند کر دیں۔ برے وقت میں آج تک کبھی امریکہ مدد کو نہیں پہنچا......بھلا وہ پہنچے گا بھی کیسے برا وقت لانے کا آدھا ذمہ دار تو وہ خود ہی ہوتا ہے۔ ماضی میں بھی اس نے اپنے کئی چہیتوں کو اپنا کام لینے کے بعد مار دیا یا مروا دیا۔ایسا ہو رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ کیونکہ اس کے نزدیک دوستی کی بنیاد ہی مفادات ہے اور وہ بھی یک طرفہ......!!!اب دیکھنا یہ ہے کہ اب بھی مسلم امہ کی آنکھیں کھلتی ہیں یا نہیں۔اپنے آپ کو یکجا کر پاتے ہیں یا نہیں حالانکہ اسلام ہی امن ، بھائی چارے ، مساوات اور اتحاد کا درس دیتا ہے بدقسمتی سے آج کوئی بھی مسلم ملک ایسا نہیں جس میں اسلامی تعلیمات کا عکس جھلکتا ہو۔چند جنونی اور مفاد پرست لوگوں نے ایک نئے اسلام کی شکل متعارف کروا دی ہے جس کی وجہ سے ہم نفاق کا شکار ہو رہے ہیں۔اگر اب بھی ان کو عقل نہ آئی تو ہر ایک اپنی باری کا انتظار کرنا چاہیے۔ان کے ساتھ بھی ایسا سلوک ہو گا جیسے کچھ حکمرانوں سے کیا جا چکا ہے اور کچھ کے ساتھ ابھی ہو رہا ہے۔آج امریکہ اور مغربی ممالک اس سوشلزم نظام کے نفاذ میں دلچسپی لے رہے ہیں جس کے وہ کبھی مخالف تھے ۔یہ بھی حقیقت ہے یہ نظام اسلامی تعلیمات کے قریب ترین نظام ہے۔مگر کچھ لوگ اس کو اسلام کے متصادم سمجھتے ہیں۔موجودہ دور میں چین نے اسی نظام کو اپنا کر امریکہ کی سپر پاور کو باقاعدہ طور پر چیلنج کر دیا ہے۔حالیہ دنوں "وال سٹریٹ" کے مناظر نے یہ بات عیاں کر دی ہے کہ عوام اب وہ نظام چاہتی ہے جس سے امیر اور غریب کے درمیان خلیج کا تیزی سے بڑھتا ہوا فاصلہ کم کیا جا سکے۔امریکہ جو آج تک دوسروں کے گھروں میں آگ لگا کر ہاتھ تاپتا رہا ہے اب اس آگ کی چنگاریاں اس کے اپنے ملک میں بھی اڑنا شروع ہو گئیں ہیں۔اب وہ وقت دور نہیں جب یہ چنگاڑی آگ کی صورت میں بدل کر امریکہ کے غرور کو راکھ کا ایک ڈھیر بنا دے گی۔وطن عزیز کے لیڈروں کو بھی اب اپنی روش بدل لینی چاہیے ورنہ ہماری قوم جو ابھی تک غفلت کی نیند میں ہے اگر یہ جنونی قوم جاگ گئی تو ان ظالم حکمرانوں کا حال ایسا ہو گا کہ آئندہ آنے والی نسلیں ان حکمرانوں کے خوفناک انجام کی مثالیں دیا کریں گی۔

Designed by: Awais Saeed